مولانا حافظ عبدالاعلیٰ احمد رحمانی

دوامِ حدیث

تفہیمِ قرآن
یا
تحریفِ قرآن

یہ مضمون کافی عرصہ قبل موصول ہوا تھا۔ جو حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ العالی کی کوئی تحریر بروقت مہیا نہ ہو سکنے کے باعث "دوامِ حدیث" کے صفحات میں شائع کیا جا رہا ہے ورنہ یہ صفحات حضرت حافظ صاحب ہی کیلئے مخصوص ہیں اور جلد ہی ان شاء اللہ ان کی کوئی تازہ تحریر حاصل کر لی جائے گی۔

زیرِ نظر مضمون بھی "دوامِ حدیث" ہی کے موضوع سے متعلق ہے۔ جس میں بدلائل قوی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ غلام احمد پرویز تفہیمِ قرآن کے پردے میں تحریفِ قرآن کے مرتکب ہوئے ہیں ——— مضمون دلچسپ بھی ہے، منفرد بھی اور معلوماتی بھی ——! (ادارہ)

نوائے وقت میں پاکستان کے قومی ترانہ کے مرتب اور عظیم شاعر جناب حفیظ جالندھری کا مکتوب بنام ایڈیٹر شائع ہوا تھا، الفاظ یہ ہیں :

"سوال یہ ہے کہ غلام احمد پرویز صاحب کی تمام کتب، قرآن مجید کو صحیح طور پر سمجھنے سمجھانے کے لئے ہیں۔ اور قرآنِ کریم کو کلام اللہ اور قابلِ عمل ماننے والے اگر ان (پرویز صاحب) کی کتب کو اسلامی کتب کی نمائش کے قابل نہیں سمجھتے تو آیا یہ صاحبان واقعی مسلمان ہیں؟"

گویا حفیظ صاحب کے نزدیک غلام احمد پرویز صاحب کی کتب سے عقیدت نہ رکھنے والے یا ان کے نظریات پر صاد نہ کرنے والے کے مسلمان ہونے میں بھی شک ہے ——— یہ خیالات اگر کسی عامی کے ہوتے تو

شاید قابلِ اعتنا نہ سمجھے جاتے لیکن المیہ یہ ہے کہ ہمارے پڑھے لکھے طبقہ میں بھی اس قسم کے فاسد نظریات اکثر پنپ چکے ہیں۔ پرویز صاحب کے صاحبِ قلم ہونے اور اردو ادب میں ان کے مقام کا اعتراف ہم بھی کرتے ہیں لیکن ان کے غلط عقائد و نظریات پر گرفت کرنا بھی ہمارا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے۔

عربی ادب میں علامہ احمد امین صاحب کے قلم کا پورا زور قرآن و حدیث اور امت کے بہترین افراد پر طعن و تشنیع کرنے میں صرف ہوا۔ حالات شاہد ہیں کہ چند سر پھرے جاہلوں نے ہی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ بعینہٖ اردو ادب میں یہ روش پرویز صاحب کی ہے۔ ان کا جس قدر بھی حلقۂ اثر ہے، ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ ان میں سے اکثر بے دین، دینِ اسلام کے تقاضوں سے بے خبر یا احساسِ کمتری کا شکار ہیں۔ اور ہمیں اس بات کا بھی پورا احساس ہے کہ ہم ان شاء اللہ انہی کے انداز پر مدافعت کر کے امت کے بہترین افراد کو گمراہی کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔ آج کی اس محفل میں ہم جناب حفیظ صاحب کے فہم کو صحیح نہج دکھانا چاہتے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ چودہ سو سالہ تاریخِ امت کی تکذیب کرنے والے کسی طرح بھی دینِ مصطفوی کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

اس سے قبل کہ ہم پوری ایمانداری سے پرویز صاحب کی قرآنی فہم میں ممد و معاون کتب کے چند اقتباسات قرآن اور حفیظ صاحب کے شاہنامہ اسلام کے تقابل پیش کریں، اس پس منظر کو مختصراً بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جس کے ترجمان و داعی پرویز صاحب ہیں۔

پسِ منظر:

بعثتِ نبویؐ سے پہلے بھی دنیا آباد تھی، خدا کی مخلوق موجود تھی، کائنات میں رنگ و بو کا عالم تھا۔ قوموں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انبیاء و رسل تشریف لاتے رہے۔ قرآن فرماتا ہے بعض انبیاء کا ذکر ہم نے کر دیا ہے اور کتنے ہی ایسے ہیں کہ جن کا نام بھی لوحِ انسانی و قرآنی پر موجود نہیں ——— لیکن ان تمام انبیاءؑ پر دین مکمل نہ ہوتا تھا۔ یہ شرف و سعادت سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خاتم النبیین ہی کے لئے تھی (پرویز صاحب کے الفاظ میں اب بچہ جوان ہو چکا تھا) انسانیت اپنے نفع و نقصان کو پہچان چکی تھی۔ اس لئے آپ خدا کا بھی منشاء یہی تھا کہ میرا دین مکمل ہو۔ لہٰذا ضروری تھا کہ قیامت تک کیلئے ایک لائحہ عمل ہو۔ یہ انتظام اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو بطور نقشہ پیش کر کے کر دیا۔ "اس کے ساتھ ساتھ رسولِ معظم کی زندگی کا اسوۂ حسنہ ہمارے معاملات سے متعلق ہے۔"

پرویز صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی زندگیوں کا حل خود سوچتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "پیغمبر کی زندگی کا ایک ایک لمحہ امت کیلئے اسوۂ حسنہ ہے۔" آپ

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذاتِ اقدس کو نمونہ بنا کر نازل فرمایا اور صحابہ کرامؓ آپؐ کو نمونۂ کامل اور آپؐ کی زندگی کو معیار بتلاتے اور سمجھتے تھے۔ قرآنِ مجید میں واضح ارشادات موجود ہیں:

۱۔ رسول کی اطاعت باذن اللہ ہوتی ہے، خدا کی محبت کا راز اطاعتِ رسول میں ہے۔ (پ)

۲۔ قرآن اتارا گیا اور اس کی اتباع کے طریقے پیغمبر کے ذمہ ہیں (پ)

۳۔ جو رسولؐ تمہیں دیں لے لو اور جس سے منع کریں، رک جاؤ (پ)

۴۔ رسول کی اطاعت گویا خدا کی اطاعت ہے (پ)

اس قسم کی بے شمار آیات ہیں جن میں بصراحت حکم موجود ہے کہ پیغمبرؐ کی حیات امت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ذرا پرویز صاحب کے نظریہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کس طرح امت کو اطاعتِ رسولؐ سے منحرف کرنا چاہتے ہیں کہ صحابہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی زندگیوں کا حل خود سوچتے تھے) یہی وجہ ہے کہ سیرتِ رسولؐ کا ایک ایک گوشہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ جس کے تذکرہ سے اور جس کی جامعیت و کاملیت پر قلم تحریر عاجز ہو کر رہ جاتا ہے۔ امورِ مملکت سے لے کر آپؐ کے چھوٹے چھوٹے افعال حتیٰ کہ نشست و برخاست، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور سونے اور جاگنے تک کا انداز ذخیرۂ احادیث میں ہمارے سامنے روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح ہے۔ سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ انداز ان لوگوں کو بھلا کیونکر برداشت ہو سکتا تھا جو رہبان و احبار کے پردے میں خلقِ خدا کا خون چوستا اور اس کی ہڈیوں پر اپنے عشرت کدے تعمیر کرنا زندگی کی معراج تصور کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سیرتِ رسولؐ کے تاریخی پہلوؤں پر منہ زوریاں کرنی شروع کیں۔ جب اس سے بھی کام نہ بنا تو پورے کا پورہ ذخیرہ سیرتِ رسولؐ سمیت جھٹلانا شروع کر دیا۔ اس دور میں یہ کام یہودی مستشرق مسٹر گولڈزیہر نے کیا۔ احمد امین مصری اور ابوریہ وغیرہ نے اس کی شاگردی کا حق ادا کر دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا منہ بند کرنے میں بھی علماء امت نے تساہل نہیں برتا جن میں شیخ عبداللہ اور ڈاکٹر مصطفےٰ السباعی قابلِ ذکر ہیں۔ مگر یہ ایک آزمائش تھی امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر جو کسی کے روکے نہ رک سکی اور اس کے اثرات سرزمینِ ہند پر بھی پہنچ گئے۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے اسے سینے سے لگایا ان میں سر سید احمد خان (مراد ان کی تکفیر نہیں مگر حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا) ڈاکٹر احمد دین، اسلم جیراجپوری، مولوی عبداللہ چکڑالوی اور ادبی رسالے "نگار" کے ادیب نیاز فتحپوری جیسے لوگ شامل ہیں۔ جو ان نظریات کے داعی بن گئے۔ یہ حضرات تو چلتے بنے۔ اب ان سب کے تتمہ اور خلاصہ پرویز صاحب ہیں۔ جو دہلی کے سیکرٹریٹ میں بہت عرصہ کلرک رہے، حافظ اسلم کے تلمیذ خاص بنتے بنتے ان کی مسند کو چار چاند لگا دیئے

ان حضرت کے دینی علم کے حدود اربعہ کے بیان کی حاجت نہیں اور نہ ہی یہ بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا ان صاحب کو قرآنِ مجید کی تفسیر میں اپنے خیالات ٹھونسنے کا حق ہے یا نہیں ؟

اصل مقصد:

فتنۂ انکارِ حدیث کا اصل مقصد یہ تھا کہ سیرتِ رسول ﷺ کو امت کی نگاہوں میں مشکوک ٹھہرایا جائے اور اس کے بانی مبانی یہودی مستشرقین ہیں۔ پرویز صاحب اب انہی کا بول بالا کرنے میں مصروف ہیں۔ خود کو منکرِ حدیث کہلانا پسند نہیں کرتے لیکن منکرِ حدیث ہونا تسلیم بھی کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ایک جگہ لکھتے ہیں:

"یہی وہ مقام ہے جہاں اقرار و انکارِ حدیث کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اقرارِ حدیث والے کہتے ہیں کہ قرآن کے اصولی احکام کی وہی جزئیات شریعت کی حیثیت رکھتی ہیں جو رسول اللہ نے بیان فرما دیں۔ انکارِ حدیث والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس سے یہ معلوم کیا جا سکے کہ فلاں جزئیات فی الواقعہ رسول اللہ نے متعین فرمائی تھیں۔" (مقامِ حدیث صفحہ ۳۳۰)

پرویز صاحب کی عبارت کس چیز کی غماز ہے؟ عقل والے سوچ سکتے ہیں۔ بہرحال یہ نظریہ ان کا اپنا ہے۔ اور خود اپنے آپ کو منکرِ حدیث تسلیم کیا ہے۔

ان منکرینِ حدیث کے نظریات کی تین ارتقائی منزلیں ہیں:

۱۔ پہلے مسلک تھا کہ قرآن کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

۲۔ جب یہاں سے منہ کی کھائی تو پھر عقیدہ ہوگیا کہ صرف ہماری عقل و بصیرت کے مطابق فٹ (F/T) بیٹھنے والی روایات ہی قابلِ قبول ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دورِ حاضر کے رجلِ عظیم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ ان کا مضمون مسلکِ اعتدال آج تک تفہیمات جلد اول میں شامل ہے۔ کوئی صاحب کہہ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کا پہلے واقعی یہی نظریہ تھا مگر سنت کی آئینی حیثیت لکھنے کے بعد بدل گیا ہے تو یہ جواب شافی و وافی نہیں۔ کیونکہ یہ مضمون مسلکِ اعتدال اصولِ حدیث کے مسلمات سے ٹکراتا ہے۔ اسی وجہ سے اکابرین، جن میں اہلحدیث مکتبِ فکر کے جلیل القدر علماء مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا اسماعیل سلفی شامل ہیں، نے خوب علمی تنقید کی تھی اور مولانا موصوف کو مشورہ دیا تھا کہ اسے تفہیمات سے قلمزن کر دیا جائے لیکن آج تک مولانا نے اسے کاٹا نہیں جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ نظریہ

مولانا کا وہی ہے جو مسلکِ اعتدال میں ہے۔ اس لئے ہم مولانا موصوف سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ اپنی حیات میں اس مضمون کو قلمزن فرما دیں۔ یہ مولانا کا تاریخی کارنامہ ہوگا اور اس طرح ان کا قول کہ "غلطی واضح ہو جانے پر میں کوچۂ رقیب میں سر کے بل جانے کو بھی تیار رہوں" کم ازکم ایک مرتبہ ہی پورا ہو جائے گا۔

وضاحت: اس ضمنی گذارش کا یہ مطلب نہیں کہ راقم الحروف مولانا کو بھی منکرینِ حدیث کی صف میں شامل سمجھتا ہے، ہرگز نہیں!)

۴۔ جب منکرین کا یہ نظریہ بھی پنپ نہ سکا تو پرویز صاحب جیسے فارورڈ نے اعلان کیا کہ میں منکرِ حدیث نہیں بلکہ اس مروجہ اسلام کو بدلنا چاہتا ہوں (جو چودہ سو سال سے مستعمل ہے) اور قرآن کے عین مطابق احادیث کو تسلیم کرتا ہوں۔

حالانکہ اگر حقیقت و واقعیت کے ترازو میں اسے تولا جائے تو اس مسلک کا کوئی وزن نہیں۔ بہرحال ان نظریات کی قلابازیاں منکرین کے اعترافِ شکست کی غماز ہیں۔

یہ بات تو واضح ہے کہ یہ لوگ منکرینِ حدیث ہیں۔ اب ان کے اس دعوے کی حقیقت معلوم کرنی ہے کہ قرآن، قرآن کی جو رٹ لگائی جا رہی ہے وہ واقعی حقیقت ہے یا محض فراڈ؟ اور قلم کی جولانیاں جنہوں نے سنجیدہ فکر کے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا ہے (جن میں ایک جناب حفیظ جالندھری بھی ہیں) تو اس سلسلہ میں صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ پرویز صاحب کی کتابیں قرآن کے اصلی اور صحیح فہم کی بجائے انحرافِ قرآن کی داعی ہیں۔ ان سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ پرویز صاحب اور ان کی پارٹی کا یہ سمجھنا کہ "حافظ اسلم کے بعد تفہیمِ قرآن کا ملکہ پرویز صاحب کو حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں" کہاں تک درست ہے؟ سچ بات تو یہ ہے کہ تحریفِ قرآن کی جو بے دھڑک جسارت پرویز صاحب کو حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔

قرآنی مسلمات سے پرویز صاحب کے ٹکراؤ کی چند مثالیں:

۱۔ قرآنِ مجید بتاتا ہے کہ حضرت آدمؑ ایک فردِ خاص تھے۔ شاہنامہ میں جالندھری صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں ؎

یہی وہ مخلوق تھی فردوس سے جس کو نکالا تھا
اسی نے دانۂ گندم پہ سب کچھ بیچ ڈالا تھا

مگر مفکرِ قرآن کیا فرماتے ہیں:— "آدم سے مراد کوئی خاص فرد نہیں بلکہ نوعِ انسانی کا نمائندہ

ہے" (قرآنی فیصلے صفحہ ۲۴۹)

۲۔ قرآنِ مجید کا بیان ہے کہ آدمؑ ارض اللہ پر بحیثیت خلیفہ آئے تھے۔ صاحبِ شاہنامہ بیان کرتے ہیں ؎

خدا نے حضرتِ آدمؑ کو انسانی خلافت دی
جہاں میں اپنا نائب بھیجا یہ سعادت دی

مگر پرویز صاحب فرماتے ہیں:

"آدم اپنے سے پہلی زمین پر آباد نوع کا خلیفہ ہے نہ کہ خلیفۃ اللہ فی الارض" (تاریخ اسباب زوالِ امت صفحہ ۲۵)

۳۔ قرآن فرماتا ہے کہ ہم نے بنی آدم کو اعلیٰ سانچے میں ڈھالا۔ قرآن مجید کے اس بیان کی روشنی میں یہ تصور بھی مضحکہ خیز ہے کہ انسان حیوان کے ارتقار کا نام ہے۔ حفیظ صاحب بھی یہ تسلیم نہیں کرتے ؎

زمیں پر پھلنے پھولنے لگی اولادِ آدمؑ کی
گئے آدم شوکت بڑھانے خوب آدم زاد کی

مگر مفسّرِ قرآن فرماتے ہیں:

"پہلے پہل انسان ارتقار کی منزلیں طے کرتا حیوانیت سے انسانیت کے درجے پر آیا۔" (قرآنی فیصلے صفحہ۔ ۳۴۰) حوالہ کیلئے میں نے خود کتاب دیکھی تو وہاں پرویز صاحب نے پروفیسر جوڈ کا نظریہ لکھا تھا۔ حوالے کے بعد انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا ہے جیسا کہ سیاق و سباق سے واضح ہے۔ یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ آدمؑ اور انسانیت کے ارتقائی نظریات پرویز صاحب کے اپنے نہیں بلکہ یہ آریاؤں کا چربہ ہیں۔ دیکھئے دیانند سرسوتی کی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۹۴) حفیظ صاحب فرماتے ہیں کہ پرویز صاحب قرآن کے بہت عالم ہیں۔ ذرا غور تو فرمائیں کہ پرویز صاحب کا فہم کیا غوغا آرائی کرتا ہے اور قرآنِ کریم کا بیان کیا ہے؟

۴۔ قرآنِ مجید بتاتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ وادی غیر ذی ذرع میں آباد ہوئے تھے۔ یہ تاریخی حقائق روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔ شاہنامے میں حفیظ صاحب بھی اس کا اقرار کرتے ہیں ؎

بالآخر چلتے چلتے آخری منزل پہ آٹھہرے

پئے آرام زیرِ دامنِ کوہ صفا ٹھہرے
یہ وادی جس میں وحشت بھی قدم دھرتی تھی ڈر ڈر کے
جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے بادِ صرصر کے

مگر پرویز صاحب فہمِ قرآن کا اعلیٰ نمونہ یوں پیش کرتے ہیں :

" وادی غیر ذی زرع تھی لیکن جس مقام پر حضرت اسماعیل کو آباد کیا تھا وہ شہر تھا۔ اسماعیل اور ان کی والدہ کو کسی ویرانے میں نہیں چھوڑ آئے تھے بلکہ انہیں سرزمینِ حجاز کی مرکزی بستی میں آباد کیا تھا " (حوالہ مذکور)

۵۔ قرآنِ حکیم اور تاریخی حقائق کا اجماع ہے کہ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اس پر کسی قسم کی ریسرچ بھی مضحکہ خیز ہے۔ حفیظ صاحب کا خیال بھی عین مسلمات میں سے ہے ؎

خلیل اللہ کو اس آگ کے انبار میں پھینکا
گلِ توحید کو باتختہ، گلزار میں پھینکا

مگر پرویز صاحب اسے نمرود کی آگ کہتے ہیں۔ (معارف ج ۳ صفحہ ۲۵)

۶۔ قرآنِ مجید میں ہے کہ ابراہیمؑ کو خواب میں بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا تھا۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ مگر پرویز صاحب تو کسی وحی کے قائل نہیں جس کے قائل ہیں اس کے بھی حقیقتاً منکر اور مکذب ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

"حضرت ابراہیم کو قربانی کا حکم نہیں دیا گیا تھا" (معارف القرآن ج ۳ ص ۱۲)

دوسرے مقام پر اسے خواب کی حقیقت کے بجائے رویائے مجازی قرار دے کر اپنے مزعومہ عقاید کو تقویت پہنچانے کی یوں ناکام کوشش کرتے ہیں :

" اس خواب کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اس بیٹے کی طرف سے دنیاوی امیدیں منقطع کرلیں اور اسے اللہ کے گھر کی پاسبانی کیلئے وقف کر دیں "

گویا نبی مرسل اور آج تک کے بندگانِ خدا تو اس مفہوم کو نہ سمجھ سکے اور یہ ذکاوت پرویز صاحب ہی کو حاصل ہوئی ——— انسانی عقل کے حدود اربعہ کا اندازہ لگائیے، پہلے تو انکار کرتے ہیں مگر اب کہتے ہیں :

" یہ بیٹا تو قربان ہو گیا، اس لئے ابراہیمؑ کو ایک اور بیٹے کی شہادت دی گئی ۔ ۔ ۔ اس منزل کا آخری لمحہ آ پہنچا اور چھری ہاتھ میں لے لی تو اس وقت آپ کو بتایا گیا کہ خواب مجاز

کی حقیقت کیا تھی؟"

ان عبارتوں کو بغور پڑھیے ۔ افترا، غلط بیانی اور ذہنی انتشار کا بین ثبوت ہیں۔ یہ عبارتیں معارف القرآن ج ۳ میں موجود ہیں۔ بالاستیعاب صفحہ ۱۴ مطالعہ کر سکتے ہیں۔

مسلمہ عقاید (دنیا، آخرت، جنت اور دوزخ) پرویز صاحب کی نظر میں:

ہر کلمہ گو کا قرآن و حدیث کے ان بنیادی عقاید پر ایمان ہے ۔ مگر پرویز صاحب یہاں آکر دہریت کا روپ دھار لیتے ہیں اور ایسی عجیب و غریب تاویلیں کرتے ہیں کہ پڑھتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"قرآن پیش پا افتادہ قریبی مفادِ عاجلہ کو دنیا سے تعبیر کرتا ہے اور مستقبل کا نام آخرت رکھتا ہے ۔ لہٰذا اس کے نزدیک متاعِ دنیا سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ مفاد جو انسان صرف اپنی ذات کیلئے تلاش کرتا ہے اور سامانِ آخرت سے مقصود وہ متاع جسے آنے والی نسلوں کیلئے جمع کرتا ہے۔" تاریخ اسباب زوالِ امت ص ۲۹)

"قرآن ارتقائی منازل طے کرنے والی قوم کو جنت کا مستحق قرار دیتا ہے اور کسی ایک مقام پر رک جانے کا نام جہنم رکھتا ہے۔" (حوالہ مذکور)

عذابِ قبر:

خود قرآنِ مجید سے ثابت ہے اور اس سلسلہ میں متواتر احادیث موجود ہیں۔ اسلام کے بنیادی عقاید میں شامل ہے ۔ یاد رہے کہ متواتر امور پرویز صاحب کے نزدیک قابلِ تسلیم ہیں کیونکہ وہاں انہیں فرار کی کوئی راہ نظر نہیں آتی - (قرآنی فیصلے)

پرویز صاحب امت مسلمہ کے اس عقیدہ کو یک قلم جھٹلاتے اور غلط قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"قبور کے عذاب کا عقیدہ ان عقاید میں سے ہے جس کی قرآن میں سند نہیں ملتی اور بعد میں اسلام میں داخل کئے گئے ہیں۔"

قرآن میں سند کیوں نہیں ملتی؟ آپ کو نہ ملے تو کسی کا کیا قصور؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

حج:

دیکھیے پرویز صاحب کی ذہنی ورزش کی مار کہاں تک پہنچی ہے - حج کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حج اسلامی معاشرہ کا جزو نہیں۔ یہ زندگی کی گاڑی میں موبل آئل ہے، پٹرول نہیں۔ یہ مذہب کی باتراہے۔ ان امور کو نہ افادیت سے تعلق ہے نہ عقل و بصیرت سے واسطہ" (قرآنی فیصلے صفحہ ۳۱۰)

ایسی عقل و بصیرت کا علاج پاگل خانہ ہے ع

ببیں عقل و دانش بباید گریست

قربانی:

قربانی کے متعلق تحقیق انیق یوں ہے:

"مقامِ حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ (یعنی اپنے شہروں میں) قربانی کیلئے کوئی حکم نہیں، تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے مدینہ میں قربانی نہیں کی!" (کونسی تاریخ؟)

"یہ ایک رسم ہے جو ہم میں متوارث چلی آرہی ہے۔" (قرآنی فیصلے)

"یہ ساری دنیا میں اپنے اپنے طور پر قربانیاں ایک رسم ہے۔ اسی طرح حاجیوں کی وہ قربانیاں جو اپنے طور پر وہ کرتے ہیں محض ایک رسم کی تکمیل رہ گئی ہے۔ ایک ایک حاجی پانچ پانچ سات سات دنبے انفرادی طور پر ذبح کر دیتا ہے ۔ ۔ ۔ ذرا حساب لگائیے کہ اس رسم کو پورا کرنے میں غریب قوم کا کس قدر روپیہ ہر سال ضائع ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ اب اگر آپ ایک کراچی شہر کو لے لیں تو اس آٹھ دس لاکھ کی آبادی میں سے اگر پچاس ہزار نے بھی قربانی دی ہو اور ایک جانور کی قیمت تیس روپیہ بھی ہو تو پندرہ لاکھ روپیہ ایک دن میں صرف ایک شہر سے ضائع ہو گیا۔" (قرآنی فیصلے صفحہ ۵۶)

گمراہی کی انتہا ہے۔ ان لغویات کا جواب کئی بار مفصل دیا جا چکا ہے۔

نماز:

نماز کے متعلق فرماتے ہیں:

"خدا کی پرستش کی رسم جو ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔"

زکوٰۃ:

"وہ ٹیکس جو اسلامی حکومت کی طرف سے عاید ہوتا ہے، قرآن کی اصطلاح میں زکوٰۃ کہلاتا ہے۔"

ماشاء اللہ فہمِ قرآنی کا کیا ملکہ پایا ہے!

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں پرویز صاحب کے نظریات:

قرآن مجید کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر بلا لئے گئے ہیں۔ حدیث متواتر سے کلی خبر ہے کہ وہ قرب قیامت نازل ہوں گے، سات سال زندہ رہیں گے، صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر و دجال کو ملیامیٹ کریں گے وغیرہ۔ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ یہی ہے لیکن چند خبطی اور نیچری اس کو لے دے کرتے ہیں۔ ان میں سے پرویز صاحب کے ہم نام و ہم کام غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود بننے کے لئے اسلامی مسلمات پر منہ زوریاں کیں۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کو مردہ ثابت کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ اپنے آقایانِ ولی نعمت کی تحقیقات سے فائدہ اٹھا کر ان کی قبر بھی سرینگر میں ثابت کر دینے کیلئے ہاتھ پاؤں مارے۔ بعینہٖ یہی کردار پرویز صاحب نے بھی ادا کیا۔ لکھتے ہیں:

آپ (عیسیٰؑ) زندہ آسمانوں پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ مر گئے ہیں۔" (معارف القرآن ج ۲ ص ۵۲۳)

مرزا آنجہانی نے ان عقاید کو غلط رنگ اس لئے دیا کہ اس کے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کے خلاف عیسیٰؑ کا زندہ سمجھنا ایک بہت بڑا روڑا تھا۔ لیکن پرویز صاحب نے ان قرآنی عقایدمیں کس بل ڈالے تاکہ "قرآنی بصیرت" کے مزید ثبوت فراہم کر سکیں۔

قرآن مجید کا بیان ہے کہ مریمؑ کا صرف ایک بیٹا تھا (عیسیٰؑ) کیونکہ ان کی شادی نہیں ہوئی۔ مگر پرویز صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ مریمؑ کے اور بھی بچے تھے۔" (معارف ج ۳ صفحہ ۳۵۳)

قرآنِ مجید نے عیسیٰؑ کو مثیلِ آدمؑ کہا ہے یعنی ان کا بھی باپ نہ تھا۔ بن باپ قدرتِ الٰہیہ سے پیدا ہوئے۔ مگر پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اس میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی تھی۔" (صفحہ ۵۴۷)

سرسید سے لے کر پرویز تک کے نیچری حضرات معجزات کے منکر ہیں کیونکہ ان کی عقلِ نارسا دم توڑ دیتی ہے۔ یاد رہے کہ اگرچہ اسلام عقل و بصیرت والا دین ہے تاہم بعض جگہ عقلِ انسانی کو ہتھیار ڈالنا پڑتے ہیں۔ اس لئے کہ انسانی عقل کی آخر وسعت ہی کیا ہے؟ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن ہماری عقلوں کا خادم ہو۔ جہاں یہ کوئی ایسی بات دیکھتے ہیں جو ان کی محدود عقل کے خلاف ہوتی ہے فوراً اس کی مضحکہ خیز اور ناروا تاویلیں شروع کر دیتے ہیں۔ بقول اقبالؒ

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں

قرآنِ مجید کا واضح ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو جلاتے تھے، اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو شفا دیا کرتے تھے (باذن اللہ) مگر چونکہ یہ معجزات تھے عقل سے ماوراء تھے اس لئے پرویز صاحب

اپنے مقتدا سر سید احمد خان کی پیروی کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"آپ کوڑھیوں اور مادرزاد اندھوں کو تندرست کرنے کا جو معجزہ رکھتے تھے وہ معجزہ نہیں بلکہ طبابت اور قوت ارادی کا نتیجہ تھا۔" (معارف ج ۲ ص ۵۱۵)

غلام احمد قادیانی بھی اسی طرح کہتا ہے:

"حضرت مسیح مسمریزم سے بیماروں کو تندرست کرتے تھے۔" (ازالہ اوہام ص ۳۱۲)

یہی انداز معجزہ شق قمر کے بارے میں مرزا اختیار کر کے اسے خسوف قرار دیتا ہے (چشمۂ معرفت) جبکہ پرویز صاحب اسے نہ صرف معجزہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ حسب عادت استہزا ربھی کرتے ہیں: "۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کہا گیا ہے کہ حضور نے انگلی کا اشارہ کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔" (معارف ج ۴ صفحہ ۱۳۱۷)

مضمون طویل ہوتا جارہا ہے۔ اسے سمیٹتے ہوئے اب حفیظ صاحب کے ممدوح پرویز صاحب کے قرآنی فہم کی چند اور مثالیں بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ تقویٰ:

"قانون فطرت اور انسانی کوششوں کی ہم آہنگی کا نام تقویٰ ہے۔" (تاریخ اسباب زوال امت ص۳۳)

۲۔ مذہب:

"پست حوصلگی اور دوں ہمتی، تنگ نظری اور کوتاہ بینی کے دنایت انگیز عیوب پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن مذہب ان عیوب کو محاسن بنا کر دکھانے کے لئے ایک اور حربہ استعمال کرتا ہے جسے وہ ضابطہ اخلاق کہہ کر پکارتا ہے۔ وہ عاجزی و ناتوانی کو خدا کے بندوں کی صفات قرار دیتا ہے، پست حوصلگی اور دوں ہمتی کا نام صبر اور توکل رکھتا ہے، فاقہ زدگی کو استغنار کے پر فریب نقاب میں چھپاتا ہے، بے عملی کی افیون کو تقدیر الٰہی کا تریاق بنا کر دکھاتا ہے۔ بزدلی کا نام مرنجاں مرنج مسلک حیات رکھتا ہے۔" (ایضاً ص ۸۴)

اب بتائیے، کونسا قرآنی اصول ہے جو پرویز صاحب کی تحقیق انیق کی لن ترانیوں سے بچ سکا ہے؟ نئے سرے سے ہر اصطلاح پر اپنی دسیسہ کاریوں کا خول چڑھایا ہے۔ گویا یہ قرآنی اصطلاحیں سب فرسودہ (OUT OF DATE) طریق کار کی غماز ہیں اور اب نیا اسلام ہی ہونا چاہیئے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پرویز صاحب کا ہمارے دین پر کوئی اعتراض اور ذہنی ورزش ایسی نہیں جس کا معقول جواب نہ دیا جا سکے کہ ہم اس دین کے ماننے والے ہیں جو سورج سے بھی زیادہ تابناک ہے اور اس کے برعکس پرویز صاحب اور عیال، کا مذہب عقل کی بلندی و پستی پہ ہے ؎

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم ان کو بتا دیں گے

اور ؎

ستم کیشی کو تیری کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا،
اگرچہ ہو چکے ہیں تجھ سے فتنہ گر لاکھوں

یہ امتیاز ہم خود نہیں کر رہے ہیں بلکہ پرویز صاحب کا اپنا فرمودہ یوں ہے:

"میری قرآنی بصیرت نے مجھے اس نتیجہ پر پہنچایا ہے کہ جو تصور آج کل مذہب کا لفظ پیش کرتا ہے وہ تصور قرآن کے خلاف ہے۔ میرے پیشِ نظر مقصد یہ ہے کہ میں مسلمانوں پر واضح کر دوں کہ مذہب کا جو تصور ان کے ذہن میں ہے وہ قرآنی تصور نہیں۔" (مقامِ حدیث)

حاشیہ پر لکھا ہے:

"ان امور کی تفصیل کے لئے دیکھئے "اسبابِ زوالِ امت" جو دورِ حاظر کا انقلاب آفریں مقالہ ہے"

دورِ حاظر کے اس "انقلاب آفریں مقالہ" کے چند اقتباسات اوپر نقل کیے جا چکے ہیں۔ قارئین چاہیں تو دوبارہ ان کو ایک نظر دیکھ سکتے ہیں۔

ان تمام لغویات کے باوجود پرویز صاحب اپنے آپ کو منکرِ حدیث کہلوانا پسند نہیں کرتے انہیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ان کو صرف "منکرِ حدیث" ہی اب تک خیال کیا جاتا ہے ورنہ وہ اپنے آپ کو ٹٹول کر دیکھیں کہ قرآنِ مجید کی کس بات کو انہوں نے اپنی منہ زوری کے شکنجے میں نہیں کسا؟ کیا یہ معاملہ انکارِ حدیث سے بڑھ کر انکارِ قرآن اور اس سے بھی بڑھ کر انکارِ اسلام تک نہیں پہنچ جاتا؟

ہم حنیف صاحب اور دیگر سنجیدہ فکر اصحاب (متاثرین پرویز) سے گذارش کریں گے کہ وہ ایسے لوگوں کا ساتھ دینے سے پہلے خوب سوچ سمجھ لیں جو تفہیمِ قرآن کے پردے میں تحریفِ قرآن کے